© rasailojaraid.com

سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ بصرہ اور اس کے قرب وجوار کی بستیوں میں فصیح البیان عرب آباد تھے۔ انھیں کے اقوال کو بصری علمار قابل حجت سمجھتے تھے کوفہ چونکہ بغداد سے قریب تھا اس لئے کوفی علمار دربارِ خلافت سے قریب ہے اور قابل ترجیح سمجھے گئے۔ اس ترجیح میں سیاست شروع سے آخر تک کارفرما رہی جس کے نتیجے میں کوفیوں کا قول ہر موقع ومحل پر نقل ہونے لگا۔ ان دونوں دبستانوں کی کشمکش ان کی ویرانی پر منتج ہوئی اور یہاں کے علمار بغداد منتقل ہو گئے اور آگے چل کر ایک دبستان بغداد کے نام معرض وجود میں آگیا جس پر کوفہ وبصرہ دونوں کی چھاپ تھی۔ حسب ذیل نحوی عباسی دور خلافت میں بہت پیش پیش تھے۔

سیبویہ

اس کا پورا نام ابوالبشر عمر بن عثمان تھا۔ فارس میں پیدا ہوا مگر بصرہ کے آب وگل میں نشوونما ہوئی۔ نام سے زیادہ لقب 'سیبویہ' سے مشہور رہا جس کے معنیٰ 'رائحۃ التفاح' یعنی سیب کی مہک کے ہیں۔ بصری علمار کا امام تھا۔ شروع میں حدیث شریف وفقہ کا مطالعہ کیا اور لوگوں کو حدیثیں املا کرانے لگا۔ ایک روز وہ حماد بن سلمہ کی املا کرائی ہوئی ایک حدیث نوٹ کر رہا تھا جو اس طرح تھی "لیس من اصحابی احد الّا لو شئت لاخذت علیہ، لیس أبا الدرداء" سیبویہ نے 'ابودرداء' لکھ دیا۔ اس پر حماد نے خفا ہو کر کہا: سیبویہ تم غلطی پر ہو۔ یہ استثناء ہے تب سیبویہ نے کہا: اب میرے لئے لازم ہے کہ میں وہ علم سیکھوں جس کے بعد کوئی میری زبان میں غلطی نہ نکال سکے۔ پھر نحو کی جانب متوجہ ہوا اور خلیل بن احمد اور عیسیٰ بن عمر سے اس کی تعلیم حاصل کی[1]۔ مادری زبان فارسی تھی مگر اس نے عربی سیکھ کر بڑی معرکتہ الآرا کتاب لکھی۔ فن نحو پر اس کی "الکتاب" نہایت

---

[1] جرجی زیدان ج ۲ ص ۱۱۳۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اہم اور افضل مانی جاتی ہے جس کی عظمت کا اندازہ ابوالعباس مُبرّد اور ابو عثمان المازنی کے اقوال سے لگایا جا سکتا ہے۔ مبرّد خود بھی اپنے زمانہ کا جید نحوی تھا "الکتاب" کے بارے میں وہ اہل علم سے اس طرح پوچھتا! ھل رکبت البحر؟ (کیا تم نے سمندر (علم) کا سفر طے کیا؟ مازنی نے تو یہاں تک کہہ دیا: "من اراد ان یعمل کتابا کبیرا فی النحو بعد کتاب سیبویہ فلیستحی"[1] متقدمین اور متاخرین میں کوئی بھی علم نحو میں سیبویہ کی ٹکر کا نہ تھا اور نہ "الکتاب" کے مرتبہ کی کوئی کتاب لکھی جا سکی مشہور انشاء پرداز جاحظ کا قول اس سلسلہ میں نقل کیا جاتا ہے کہ ایک بار وہ خلیفہ معتصم عباسی کے وزیر محمد بن عبدالملک زیات کے یہاں جانے کے ارادے سے نکلا تو سوچنے لگا کہ کون سی چیز وزیر کو تحفہ میں پیش کرے تو سیبویہ کی الکتاب سے بہتر کوئی تحفہ میری سمجھ میں نہ آیا جس کا اظہار بھی اس نے وزیر سے کر دیا کہ یہ اس نے مشہور نحوی الفرّاء کے ترکہ میں سے خریدی ہے۔ وزیر نے بھی کہا کہ اس ہدیہ سے بہتر اور کون ہدیہ ہو سکتا ہے میری لائبریری اس کتاب کے نہ ہونے سے سونی تھی۔ یہ تمہارا احسان ہے کہ تم نے مجھے الکتاب کا ہدیہ دیا۔[2]

سیبویہ نے ۱۸۳ھ (۷۹۹ء) بمقام بصرہ وفات پائی اور شیراز میں دفن ہوا۔ اس کی لوح تربت پر چند عربی اشعار کندہ تھے جن میں اسے اپنے زمانہ کا بزرگ ترانسان کہا گیا تھا۔[3]

مرور زمانہ کے باوجود الکتاب ہنوز سلامت ہے اور اس کے متعدد قلمی نسخے مصر کی خدیو لائبریری میں موجود ہیں۔ ان کے علاوہ پیرس سے ۱۳۰۱ھ (۱۸۸۳ء۔ ۱۸۸۹ء) میں نامور مستشرق دیر بنورج نے دو ضخیم جلدوں میں شائع کی۔ یہ دونوں

---

[1] الفہرست ابن ندیم ص ۷۷۔ [2] ابن خلکان ص ۳۸۵۔

[3] طبقات الادباء ص ۱۷۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جلدیں ہزار صفحات پر مشتمل ہیں۔ ان کے مسودات کے مطالعہ کے بعد ویر نبو رج نے فرانسیسی زبان میں انتہائی کارآمد مقدمہ لکھا اور اس پر تبصرہ بھی کیا۔ پیرس کے علاوہ مصر ۱۳۱۴ھ (۱۸۹۶ء) کلکتہ ۱۸۸۷ء سے اس کی نقل مشہور جرمن مستشرق ڈاکٹر یاہن نے ۱۳۱۲-۱۶ھ (۱۸۹۴-۹۸ء) میں اپنے مقدمہ کے ساتھ برلن سے شائع کی جس میں آٹھ سو بیس ابواب تھے۔ اس کا جزء اول کلمے اور اس کے اقسام، فاعل، مفعول پر مشتمل تھا۔ فعل اور اس کا عمل، مصدر کے احکام، حال، ظرف جز، بدل وغیرہ کا حال لکھا گیا تھا۔[1]

کسائی

ابوالحسن علی بن حمزہ جو عام طور سے اپنے لقب کسائی سے مشہور رہا۔ فن نحو، لغت اور قرأت میں امام وقت تھا۔ وہ اپنے وقت کے دانشوروں میں بڑی عزت و توقیر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا کوفہ میں نشو نما پائی اور فنِ قرأت حمزہ زیات سے سیکھی اور اس میں کمال پیدا کیا۔[2] قرأت کے ایک خاص اسلوب میں امتیاز حاصل کرنے کی وجہ سے یہ قرار سبعہ میں گنا جانے لگا۔ کسائی کو شعر و سخن سے کوئی لگاؤ نہ تھا اور یہ مقولہ اس کے بارے میں زباں زدِ خاص و عام ہو گیا "لیس فی العلماء العربیۃ أجھل من الکسائی بالشعر" (عربی کے علماء میں کسائی سے بڑھ کر شاعری سے نابلد کوئی نہیں)، کہتے ہیں کہ ایک دن وہ اپنے عرب طلبار کے ساتھیوں کے پاس پہنچا۔ لمبی مسافت طے کرنے کی وجہ سے ہانپتے ہوئے کہنے لگا "لقد عییت" (میں تھک گیا ہوں)، یہ جملہ اس کی زبان سے سن کر اس کے ساتھیوں نے کہا: تجالسنا وانت تلحن (ہمارے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہو اور ہماری عربی زبان میں غلطی کرتے ہو) کیف لحنت ؟

---

[1] جرجی زیدان ج ۳ ص ۱۱۵۔ [2] ابن خلکان ج ص ۳۳۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں نے کونسی غلطی کی؟
انھوں نے اسے بتایا کہ اگر تم تھک گئے ہو تو بجائے عییت کے اعییت کہنا چاہیئے تھا۔ اس پر کسائی نے بڑی سبکی محسوس کی۔

نحو کے لئے کسائی کو ابوجعفر رواسی اور معاذ الھرا کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنا پڑا۔ کوفہ میں دل نہیں لگا تو بصرہ کی راہ لی اور خلیل بن احمد کی مجلس میں حاضری دی اس کا دریائی علم دیکھ کر کسائی انگشت بدنداں رہ گیا تھا۔ اس نے خلیل بن احمد سے دریافت کیا "اخذ لک هذا العلم"؟ خلیل نے جواب دیا "من بوادی الحجاز ونجد وتهامه" (یہ علم آپ نے کہاں سے حاصل کیا؟ خلیل نے بتایا" حجاز' نجد اور تہامہ کے قصبات سے) وہ قصباتی قبائل میں نکل گیا اور انھیں میں گھومتا پھرتا رہا اور ان کے فصیح ترین علماء سے ان کی گفتگوئیں سنتا رہا حتی کہ اس نے روایت اور لغت میں وہ سب کچھ حاصل کر لیا جس کی لگن اس کے دل میں تھی۔ خلیفہ ہارون رشید کسائی کی ذہانت ولیاقت سے اس قدر متاثر ہوا کہ اپنے بیٹے اور جانشین امین کا استاد مقرر کر دیا[1] کچھ دنوں برامکہ کے یہاں بھی اس کی آمد ورفت رہی جنھوں نے اس کی حیثیت اور بلند کر دی[2]۔ اس کے اشارہ پر ایک دن بھرے دربار میں سیبویہ اور کسائی کے درمیان فن نحو کے چند ایک نکات پر مناظرہ بھی ہوا تھا[3]۔

کسائی نے نحو' قرأت اور ادب پر کئی کتابیں لکھیں مگر ان میں سے کوئی بھی ہم تک نہیں پہونچی اس میں شک نہیں کہ جب تک کسائی بقید حیات رہا کوفہ اور بغداد کی علمی دنیا پر چھایا رہا تقریباً بیس کتابوں کی تصنیف اس سے منسوب کی جاتی ہے جن میں اہم ترین کتاب معانی القرآن ہے۔ اس کے علاوہ کتاب النحو' کتاب النوادر' کتاب الھجا اور رسالہ لحن العامۃ وغیرہ ہیں رسالہ لحن العامہ کا ایک نسخہ برلن کی قومی لائبریری میں بھی موجود ہے[4]۔

---

[1] جرجی زیدان ج ۲ ص ۱۱۶۔ [2] الفہرست ص ۲۹ [3] طبقات الادبار ص ۸۱۔
[4] جرجی زیدان ج ۲۔ ص ۱۱۶۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اُستاذ الملک ملّا محمد افضل جونپوری

از مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی استاذ مدرسہ عربیہ قاسم العلوم منگراواں اعظم گڈھ

شرقی عہد ۷۹۶ھ سے مغل بادشاہ محمد شاہ ۱۱۳۱ھ کے زمانہ تک جون پور دیار پورب میں علوم و فنون کا مرکز رہا ہے مصر و شام اور دوسرے اسلامی ملکوں کے مقابلہ میں یہاں کے علماء و فضلاء نے اسلامی علوم پر کم کام نہیں کیا ہے۔[1]

جونپور کی تاریخ میں پچاسوں مدرسوں کا پتہ چلتا ہے جن میں ہزاروں طلباء و فضلاء علمی خدمت میں مصروف رہتے تھے ذیل میں یہاں کے مشاہیر علماء و مشائخ کی مختصر فہرست پیش کی جاتی ہے جس سے ناظرین کو اس کی مرکزیت کا کسی حد تک اندازہ ہوگا۔

عہد شرقی کے مشاہیر علماء ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی جونپوری متوفی ۸۴۸ھ (۲) قاضی نظام الدین کیکلانی جونپوری مرتب فتاویٰ ابراہیم شاہیہ متوفی ۸۵۷ھ (۳) شیخ ابوالفتح المعروف بسون بریلیس جونپوری متوفی ۸۵۱ھ (۴) ملا بہرام منطق خطیب جامع مسجد ظفر آباد جونپوری (۵) قاضی نصیر الدین گنبدی جونپوری قاضی شہر جونپور (۶) شیخ عیسیٰ بن تاج الدین خلیفہ شیخ فتح اللہ اودھی جونپوری متوفی ۸۴۰ھ (۷) ملا عبدالملک بن عادل جونپوری استاذ ملا اللہ داد شارح ھدایہ وغیرہ۔

عہد لودھی کے مشاہیر ملا علاء الدین الہ داد جونپوری متوفی ۹۲۳ھ (۲) شیخ حسن بن طاہر جونپوری (۳) شیخ سید نور بخش محمد جونپوری متوفی ۹۱۰ھ (۴) شیخ

[1] تاثر الکرام ج ۱ ص ۲۲۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معروف چشتی جونپوری مدفون خالص پور ضلع اعظم گڑھ (۵) قاضی صلاح الدین بن خلیل جونپوری

عہد مغل کے مشاہیر

میر سید عبدالاول محدث جونپوری شارح بخاری شریف متوفی ۹۶۸ھ (۲) ملا محمد یوسف المعروف بقاضی خاں ظفرآبادی جونپوری م ۹۷۰ھ (۳) خواجہ محمد ارزانی مولف مدارج الاخبار جونپوری متوفی ۹۸۰ھ (۴) استاذ الملک ملا محمد افضل جونپوری (۵) ملا محمود بن محمد مصنف شمس بازغہ جونپوری متوفی ۱۰۶۲ھ (۶) دیوان محمد رشید مصنف مناظرہ رشیدیہ جونپوری متوفی ۱۰۸۳ھ (۷) ملا ضیاء الدین جونپوری استاذ شاہزادہ بہادر شاہ بن اورنگ زیب عالمگیر (۸) شیخ عبدالقدوس قلندر متوفی ۱۰۵۲ھ (۹) قاضی محمد حسین جونپوری محتسب مجلس ترتیب فتاویٰ عالمگیری (۱۰) شیخ حامد بن ابو حامد جونپوری یکے از مرتبین فتاویٰ مذکور (۱۱) شیخ محمد جمیل بن عبدالجلیل جونپوری یکے از مرتبین فتاویٰ مذکور[1] ان کے علاوہ اور بھی بہت سے نامور علماء و فضلاء اس سرزمین سے ابھرے جنہوں نے اپنے اپنے دور میں مدرسہ اور خانقاہ دونوں کو اپنی علمی و روحانی سرگرمیوں سے آباد رکھا۔ ان میں اعلم العلماء، افضل الفضلاء، جامع علوم و فنون قطب زماں استاذ الملک ملا محمد افضل عثمانی جونپوری کی ذات اپنے عہد میں خاص شہرت اور مخصوص مقام کی مالک ہے قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے بعد آپ جیسی ہمہ گیر اور جملہ علوم میں ماہر شخصیت سرزمین جونپور سے پیدا نہیں ہوئی۔

زیدی لکھتے ہیں۔

دمیکہ ملک العلماء جادۂ عدم پیمودند اہل جونپور ماتم الوداع علم کردند مگر ندانستند کہ بذات خود ملک العلماء برفت و خلعت فاخرہ علم لبس آئندہ استاذ الملک گذاشت[2] آپ کا حلقہ درس اس قدر وسیع تھا کہ اس زمانہ میں کوئی ذی علم ایسا نہیں تھا جس نے ان سے بالواسطہ یا بلاواسطہ کسب فیض نہ کیا ہو۔

تجلی نور میں ہے کہ۔

۱؎ علمائے جونپور کا ماضی۔ ۲؎ تجلی نور ص ۴۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"دراں زماں ہیچ کس نبود کہ پیش آں بلاواسطہ زانوئے ارادت تہ نکرد کہ سبق نہ آموختہ صدہا بفیض درس وتعلیم شاں عالم العلوم وفاضل متبحر گشتند۔"[۳]

اس مقالہ میں اسی فاضل یگانہ کے حالات پیش کئے جائیں گے۔ اس مضمون کی ترتیب میں حسب ذیل ماخذوں سے مدد لی گئی ہے۔

گنج رشیدی قلمی، گنج ارشدی قلمی، تجلی نور، سبحۃ المرجان، نزہۃ الخواطر، تذکرہ علمائے ہند ان کے علاوہ ملا افضل کے حالات بحر ذخار قلمی مصنفہ شیخ وجیہہ الدین اشرف لکھنوی، ریاض جونپور مصنفہ مولوی مہدی بن غلام شاہ جونپوری میں بھی ہیں لیکن یہ دونوں کتابیں انتہائی کوشش کے باوجود دستیاب نہ ہوسکیں اس لئے ان سے استفادہ نہیں کیا جاسکا۔

نام ونسب اور تاریخ ولادت نام محمد افضل لقب استاذ العلماء اور استاذ الملک ہے سلسلہ نسب محمد افضل بن شیخ مفتی حمزہ بن شیخ فرید الدین بن شیخ بہاء الدین عثمانی ہے شیخ عثمان ہارونی کی اولاد میں ہیں سلسلہ نسب اس سے زیادہ معلوم نہیں ہوسکا۔

صوبہ اودھ کے مشہور تاریخی قصبہ ردولی میں ۱۶ رمضان ۹۷۷ھ کو بعہد جلال الدین اکبر پیدا ہوئے۔[۲]

آپ کے والد گردش زمانہ سے تنگ آکر اپنے آبائی وطن شہر دماوند مضافاتِ مازندران کو خیرباد کہہ کر ہندوستان چلے آئے تھے اور ردولی میں سکونت پذیر ہوئے تھے۔

شیخ حمزہ زیورِ علم سے آراستہ تھے اس لئے عزت ووقعت کی نگاہ سے دیکھے جانے لگے اور آپ کے تفقہ اور علم وفضل کا عملی اعتراف اس طرح کیا گیا کہ آپ کو عہدۂ قضا پر مامور کردیا گیا۔[۳]

تعلیم وتربیت استاذ الملک نے علم وفضل کے گہوارہ میں آنکھ کھولی تھی آپ کے والد ایک عالم فقیہ اور مفتی کی حیثیت سے شہر میں ممتاز تھے گھر میں فراغت ورفاہت

۱؎ تجلی نور ص ۳۴ ۲؎ نزہۃ الخواطر ج ۵ ص ۳۵۹ و تجلی نور ص ۳۴ ۳؎ نزہۃ الخواطر ج ۵ ص ۳۵۹۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھی تھی جس کا اثر استاذ الملک کی نشو نما پر بہت اچھا پڑا۔

ابتدائی تعلیم اپنے والد کی نگرانی میں حاصل کی اور بہت جلد جملہ علوم وفنون میں دستگاہ پیدا کرلی پھر مزید تکمیل کے لئے دہلی تشریف لے گئے اور شیخ حسین عمری کے حلقۂ درس میں داخل ہوگئے یہاں سے فراغت کے بعد ملا ابو حلیفہ تلمیذ مخدوم الملک اور حکیم گیلانی سے صحاح ستہ اور دیگر کتب حدیث پڑھیں اور ان ہی کی خدمت میں رہ کر مسائل کے استنباط وتحقیق میں مہارت حاصل کی اس طرح بیس سال کی عمر میں تمام علوم مروجہ کی تحصیل وتکمیل سے فراغت پائی[1]۔ الثقافۃ الاسلامیہ فی الھند کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کی تکمیل کے سلسلے میں آپ لاہور بھی گئے تھے۔

تبحر علمی آپ کے تمام تذکرہ نگاروں نے آپ کی تبحر علمی کے سلسلے میں بڑے شاندار الفاظ لکھے ہیں۔

نزہۃ الخواطر میں ہے۔

وجد فی البحث والاشتغال حتی برع فی العلم وافتیٰ ودرس ولہ نحو عشرین وصار من اکابر العلماء[2]۔	تعلیم وتحصیل میں نہایت جانفشانی کی تاآنکہ تمام علوم میں فاضل ہوگئے اور بیس سال کی عمر میں اکابر علماء میں شمار کئے جانے لگے۔

نور الدین زیدی لکھتے ہیں:۔

"در تحصیل علوم چناں ریاضتہا کشید و جانہا کندید کہ بعمر بست سال فاتحہ فراغ خواند وطبع وقیقش نشتر زن عروق اشکالات وفکر بلیغش گرہ کشائے معضلات گشت[3]"

تذکرہ علمائے ہند میں ہے:۔

"افضل الفضلاء عصر اعلم العلماء دہر جامع علوم عقلیہ ونقلیہ متشرع ومتقی خوش خلق سلیم المزاج بود[4]"

---

[1] تجلی نور ص ۴۴ [2] نزہۃ الخواطر ج ۵ ص ۳۵۹ [3] تجلی نور ص ۴۴ [4] تذکرہ علمائے ہند ص ۱۸۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ردولی سے جونپور تعلیم وتحصیل علوم سے فراغت اور جملہ علوم وفنون مروجہ میں مہارت حاصل ہوجانے کے بعد اپنے چھوٹے بھائی سلطان محمود عثمانی کو ساتھ لے کر ردولی کا قیام ترک کرکے دارالخیور شہر جونپور کی سکونت اختیار کرلی[1]

استاذالملک نے ردولی کی سکونت کیوں ترک کی اور جونپور کب آئے اس سے تمام تذکرہ نویس خاموش ہیں۔

آپ نے ایسے دور میں آنکھیں کھولیں جب جونپور کے علوم وفنون کا غلغلہ پورے ہندوستان میں بلند تھا اس لئے قیاس ہے کہ یہ غلغلہ سن کر استاذالملک جیسے شائقِ علوم کے دل میں اس مرکز علمی کی کشش پیدا ہوئی ہوگی اور آپ نے ردولی سے جونپور کا قصد کیا ہوگا پھر یہ سرزمین ایسی دل پسند ہوئی کہ یہیں کے ہو رہے۔

تذکرہ نگاروں کے سیاق کلام سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ فراغت تعلیم کے بعد تھوڑے ہی عرصہ میں جونپور چلے آئے تھے اس اعتبار سے جون پور میں آپ کی آمد ۸۷۰ھ کے حدود میں ہوئی ہوگی یہ زمانہ جونپور کے علمی شباب کا تھا اور وہاں متعدد مدارس کو تعلیمی مرکزیت حاصل تھی ان میں چند مشہور مدارس یہ تھے۔

(۱) مدرسہ ملا عبدالباری متوفی ۸۳۶ھ (۲) مدرسہ ملا محمد صادق متوفی ۸۶۱ھ (۳) مدرسہ ملا شمس الدین برنومی جونپوری متوفی ۸۴۲ھ (۴) مدرسہ مداریہ ملا مداری متوفی ۸۴۲ھ (۵) مدرسہ ملا خلیل متوفی ۸۷۹ھ (۶) مدرسہ ملا شیخ حامد جونپوری (۷) مدرسہ ملا سید مبارک وغیرہ[2]۔ استاذالملک نے بھی اپنی قیام گاہ کے متصل دائرہ افضل کے نام سے ایک درس گاہ قائم کرکے تعلیم وتدریس کا سلسلہ شروع کردیا۔

اس مدرسہ نے بہت جلد شہرت ومقبولیت حاصل کرلی اور طلبار کا اتنا مرجوعہ ہوا کہ تمام مدرسوں کی رونق سرد پڑ گئی۔

---

[1] تجلی نور ص ۴۵۔ [2] علمائے جونپور کا ماضی۔

© rasailojaraid.com